شمارہ نمبر-38 دسمبر 2011

قانون سازی پر نظر

عورت پبلیکیشن
اینڈ انفارمیشن
سروس فاؤنڈیشن

بانی ادارت: شہلا ضیاء
سرپرست اعلیٰ: نگار احمد

پارلیمنٹ نے عورتوں کے حقوق کے حوالہ سے طرز فکر میں تبدیلی کا اشارہ کیا ھے

سات برسوں میں عورتوں کے حق میں سات قوانین بنائے گئے

خواتین اراکین پارلیمنٹ نے عورتوں کی ترقی کیلئے اپنے گہرے عزم اور اہلیت کا اظہار کیا

تحریر: نعیم مرزا

اگست 1999 : سینٹ آف پاکستان میں مہمانوں کی گیلری میں بیٹھے انسانی حقوق کے کارکنوں کے لیے یہ شدید مایوسی اور بے بسی کا لمحہ تھا جب انہوں نے چند سینٹروں کی جانب سے پیش کی گئی ایک قرارداد کو 'قتل' ہوتے دیکھا۔ یہ قرارداد اپریل 1999ء میں لاہور میں اپنے وکیل کے چیمبر میں 'غیرت' کے نام پر قتل کر دی جانے والی نوجوان خاتون صائمہ عمران کے قتل کی مذمت جی ہاں صرف مذمت کے لئے پیش کی گئی تھی۔ چیئرمین سینٹ نے قرارداد پر بحث تک کی اجازت نہ دی اور اسے جلدی سے نمٹا دیا گیا۔ اگرچہ قرارداد کو ابتداء میں 25 سینٹروں کی تائید حاصل تھی مگر ان میں سے صرف چار جن میں سینٹر اقبال حیدر بھی شامل تھے نے قرارداد کے 'قتل ناگہاں' پر اعتراض کیا اور اس کی مخالفت کی۔

دسمبر 2011: سینٹ نے 12 دسمبر 2011ء کو متفقہ طور پر دو اہم بل منظور کیے جن میں 'خواتین دشمن رواجات کا امتناع (فوجداری قانون ترمیم) بل 2011ء' اور 'تیزاب پر کنٹرول اور تیزاب جرائم کی روک تھام کا بل 2010ء' شامل ہے اور معزز ایوان میں ان بلوں کے کئی حمایتی اراکین شامل تھے یہاں تک کہ وہ ان جرائم کے بارے میں مجوزہ سزاؤں سے زیادہ سخت سزائیں چاہ رہے تھے۔ اس بار انسانی حقوق کے سرگرم کارکن اور خواتین اراکین پارلیمنٹ جو ایوان میں مہمانوں کی گیلری میں بیٹھے تھے، یا ایوان سے باہر، یا پاکستان میں کسی اور جگہ موجود تھے، ان بلوں کی کامیابی کے حوالے سے بہت خوش اور مسرور تھے۔ ان سب کے چہروں پر مسکراہٹ اور آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے۔ 13 دسمبر 2011ء کو سینٹ نے 'مصیبت زدہ اور مقید عورتیں فنڈ' (ترمیمی) بل 2011ء بھی منظور کیا جو جیلوں میں مقید خواتین کو قانونی اور مالی معاونت کی بہم رسانی کی خاطر خواتین کے حق میں کی جانے والی ایک اور قانون سازی تھی۔

پاکستان میں قانون سازی کی تاریخ ایسے ہی ملے جلے، روشن اور تاریک ادوار سے بھری پڑی ہے۔ خواتین اور مرد اراکین پارلیمنٹ کی جانب سے خواتین کے لئے موجودہ قوانین میں اصلاحات اور نئی مثبت قانون سازی کے لئے بارہا اور مسلسل کاوشیں کی گئی ہیں۔ حقوق نسواں کے گروپوں اور سرگرم کارکنوں کی جانب سے اس کے ساتھ ساتھ امتیازی قوانین اور منفی رسوم ورواج کے خلاف پُرعزم جدوجہد بھی برس ہا برس سے جاری رہی ہے۔ اگرچہ پاکستان کی خواتین نے 12 اور 13 دسمبر 2011ء کو ایک اہم سنگ میل عبور کیا ہے جب سینٹ نے تین اہم بل 'خواتین دشمن رواجات کا امتناع (فوجداری قانون ترمیم) بل 2011ء' 'تیزاب پر کنٹرول اور تیزاب جرائم کی روک تھام کا بل 2010ء' اور 'مصیبت زدہ اور مقید عورتیں فنڈ' (ترمیمی) بل 2011ء منظور کئے تاہم سفر ابھی طویل ہے اور مستقبل میں بڑا چیلنج یہ دیکھنا ہوگا کہ خواتین اراکین پارلیمنٹ اور حقوق نسواں کے کارکن کس طرح اس امر کو یقینی بناتے ہیں کہ پاکستان میں ہر شعبے، گروپ اور طبقے میں اور ہر عمر کی عورتیں ان قوانین سے مستفید ہو سکیں اور عورتوں کی قانون کی رُو سے برابری کو عملی و حقیقی برابری میں بدلا جا سکے۔ اب زیادہ زور ان قوانین کے سختی سے اطلاق ونفاذ کی جانب منتقل کیا جانا چاہیے۔

1999ء اور 2011ء کے مابین 12 طویل برسوں کا عرصہ حائل ہے۔ اس عرصہ میں کچھ ایسا ضرور ہوا ہوگا جو عورتوں کے حقوق کے معاملات سے متعلق اراکین پارلیمنٹ کے دل بدلنے کا باعث بنا ہے۔ یہاں تک کہ 12 برس پہلے اور اس سے قبل بھی کچھ تو ضرور ہوا ہوگا۔

قومی اسمبلی اجلاس کا ایک منظر

اگر چیزوں کو تاریخ کے تناظر میں دیکھا جائے تو وہ زیادہ واضح ہو جاتی ہیں کیونکہ 12 دسمبر 2011ء کو جو ہوا اس نے ایک دن یا ایک سال میں معروضی شکل اختیار نہیں کی۔ اس یادگار موقع تک پہنچنے میں واقعات کی ایک طویل ترتیب اور کئی دہائیوں پر محیط حقوق نسواں کی تحریک اور سیاسی جماعتوں میں خواتین کی مسلسل کاوشوں کی تاریخ کارفرما ہے۔

سیاسی جماعتوں اور مختلف ادوار حکومت میں شامل رہنے والی خواتین نے ہمیشہ دلیرانہ اقدامات کئے۔ انہوں نے قانون ساز اداروں کے اندر جب بھی کسی قانون سازی کی کوشش کی انہیں بہت بڑے چیلنجوں اور مختلف حلقوں کی جانب سے سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ عورتوں کے حقوق کے سرگرم کارکن طویل عرصہ سے سڑکوں پر احتجاج، تحقیق، وکالت، فیصلہ سازوں اور قانون سازوں کے ساتھ زبردست پیروکاری کے عورتوں کیلئے معاشرہ میں برابری پر مبنی مقام اور حقوق کے حصول کی خاطر شاندار جدوجہد کرتے آئے ہیں۔

گذشتہ سات برس (2004-2011) عورتوں کے حقوق کے اہم معاملات پر تیز تر قانون سازی کے حوالہ سے غیر معمولی رہے ہے۔ پاکستان کی قانون سازی کی تاریخ میں اس امر کی نظیر نہیں ملتی کہ صرف سات برسوں کے دوران عورتوں کی زندگیوں کے اہم معاملات پر محیط سات ترقی پسندانہ اور مثبت قوانین بنائے گئے۔

تقریباً 28 برسوں تک کی قانون سازی میں قحط سالی کے بعد سال 2004ء میں 'غیرت' کے نام پر قتل پر قانون بننے سے یہ جمود ٹوٹا۔ اس کے بعد سال 2006ء میں دو حدود آرڈیننسوں میں ترمیم پر مشتمل تحفظِ خواتین ایکٹ سامنے آیا۔ سال 2009ء میں قومی اسمبلی سے گھریلو تشدد کے خلاف بل منظور ہوا (چونکہ یہ سینٹ میں غیرِ موثر ہو گیا اور اب تک قانون نہیں بن سکا لہٰذا اسے گنتی میں شامل نہیں کیا جا رہا)، سال 2010ء میں عورتوں کو جنسی طور پر ہراساں کرنے سے تحفظ اور اس فعل کو مجرمانہ قرار دینے سے متعلق دو قوانین آئے۔ سال 2011ء میں تین قوانین آئے جو منفی رسوم ورواج، تیزاب پھینکے جانے اور مشکل حالات کی شکار عورتوں سے متعلق ہیں۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کہ ان میں سے بعض اور شاید تمام قوانین میں کمزوریاں موجود ہیں۔ ان میں بعض سنگین نوعیت کی ہیں تاہم مستقبل میں انہیں دور کیا جا سکتا ہے اور لازمی طور پر دور کیا جانا چاہیے۔ اس حوالہ سے کئی طریقہ ہائے کار موجود ہیں جیسا کہ سیکشن 310-اے جسے 2004ء میں فوجداری قانون (ترمیمی) 2004ء میں شامل کیا گیا تھا کو خواتین دشمن رواجات کا امتناع (فوجداری قانون ترمیم) بل 2011 میں کافی حد تک بہتر بنا دیا گیا ہے۔

موجودہ کامیابی کو واضح کرنے کے لئے کی جانے ماضی میں کیے جانے والی کوششوں اور کامیابیوں سے مربوط کرنا ضروری ہے، آگے چل کر ہم ان اہم واقعات کو مختصر تبصروں کے ساتھ بیان کرنے پر توجہ مرکوز کریں گے جن کے بارے میں ہم سمجھتے ہیں کہ موجودہ پیشرفت تک لانے میں وہ زبردست اثرات کے حامل رہے ہیں۔

مسلم عائلی قوانین 1961ء

پاکستان میں عورتوں کے بارے میں پہلی اور بڑی ترقی پسندانہ قانون سازی 1961ء میں جاری ہونے والا مسلم عائلی قوانین تھی۔ عائلی قوانین کی بنیاد 1955ء میں تشکیل دیئے گئے کمیشن برائے شادی اور عائلی قوانین سفارشات تھیں۔ ان سفارشات کو ان کی کافی کمزور شکل میں تسلیم کیا گیا تھا۔ مسلم عائلی قوانین کا بنیادی مقصد کثرت ازدواج کی حوصلہ شکنی اور طلاق کو باضابطہ بنانا تھا۔ قانون نے پوتے، پوتیوں اور نواسوں، نواسیوں کے وراثت کے حق کو بھی یقینی بنایا (متعلقہ سیکشن کو وفاقی شرعی عدالت نے سال 2000ء میں دیئے گئے ایک فیصلہ کی رُو سے ختم کر دیا۔ اس فیصلہ کے خلاف اپیل سپریم

(بقیہ اگلے صفحے پر)

سات برسوں میں عورتوں کے حق میں سات قوانین بنائے گئے

(بقیہ صفحہ 1 سے)

کورٹ کے اپیلیٹ بینچ میں زیرالتواء ہے) اور شادیوں اور طلاقوں سے متعلق ضابطے اور انتہائی ضروری دستاویز بندی مہیا کی۔ عورتوں کو عائلی قانون کے دائرہ میں تحفظ بہم پہنچانے کی اچھی 'نیت' کے باوجود اس قانون اور دیگر میں ایسے سقم بدستور موجود رہے جو خواتین کے خلاف باعث امتیاز رہے اور ان عورتوں کی توقعات پر پورا نہ اُتر سکے جنہوں نے اس کے لئے جدوجہد کی تھی۔

1975، 1985 اور 1994 میں قائم کئے گئے کمیشنوں نے مزید سفارشات پیش کیں جن میں سے بعض کو علیحدہ علیحدہ قانون کا حصہ بنایا گیا بشمول مسلم عائلی قوانین 1961 اور مغربی پاکستان عائلی عدالت ایکٹ 1964 میں کی جانے والی ترامیم کے، لیکن معاملات سے جامع طور پر نمٹنے کی کوئی کوشش نہ کی گئی، 2002 میں عائلی عدالت ایکٹ میں کی جانے والی ترامیم کہیں زیادہ مثبت ثابت ہوئیں۔ عورتوں کے لئے ایک خاص مدت کے دوران 'خلع' لینے کو زیادہ آسان بنانے کیلئے ٹھوس اور خوش آئند تبدیلیاں کی گئیں اور عدالتوں کیلئے اب یہ لازمی کر دیا گیا ہے کہ وہ طلاق اور دوسرے متعلقہ معاملات جیسا کہ نان نفقہ اور تحویل کو چھ ماہ کے اندر تکمیل تک پہنچائے۔

مختلف اوقات میں کئی چھوٹی اور چند اہم ترامیم کو عائلی قوانین میں شامل کیا گیا ہے۔ تاہم 1976 جب جہیز اور عروسی تحائف (ممانعت) ایکٹ 1976 آیا اور 2004 جب 'غیرت' سے متعلق جرائم کا قانون بنایا گیا کے درمیان 28 برسوں کا عرصہ حائل ہے۔ اُوپر بیان کئے گئے تقریباً تمام قوانین میں اب بھی بڑی اصلاحات کی ضرورت ہے۔ عورت فاؤنڈیشن اور قومی کمیشن برائے وقار نسواں نے حال ہی میں ان میں اصلاحات لانے کی خاطر سفارشات مرتب کی ہیں۔ اس کے علاوہ مذہبی اقلیتوں سے متعلق ذاتی قوانین غفلت کے شکار ہیں جن کا ان کے نمائندوں کی مشاورت سے جائزہ لینا اور ان میں اصلاحات لانا ضروری ہے۔

حدود آرڈیننسز 1979

1977 میں ذوالفقار علی بھٹو کی منتخب حکومت کا چیف آف آرمی سٹاف جنرل ضیاء الحق نے تختہ اُلٹ دیا اور اس نے 11 سال پر محیط اپنے طویل دور آمریت میں مذہب کے نام پر انتہائی امتیازی اور اہانت آمیز قوانین بنوائے۔ حدود آرڈیننسز 1979 درج ذیل پانچ آرڈیننسوں پر مشتمل تھا۔

1- جائیداد سے متعلق جرائم (نفاذِ حد) کا آرڈیننس 1979 (یہ چوری اور مسلح ڈکیتی کے جرائم سے متعلق ہے)

2- زنا کے جرائم (نفاذِ حد) کا آرڈیننس 1979 (یہ عصمت دری، زنا، خواتین کے اغوا سے متعلق ہے)

3- قذف کے جرم (نفاذِ حد) کا آرڈیننس 1979 (یہ قذف کے جرم یعنی زنا کے جھوٹے الزام سے متعلق ہے)

4- ممانعت (نفاذِ حد) کا آرڈیننس 1979 (یہ منشیات کے استعمال/ان کی سمگلنگ، الکوحل کے حامل مشروبات کے استعمال سے متعلق ہے) اور

5- کوڑے لگانے کی سزا پر عمل درآمد کا آرڈیننس 1979 (یہ اس سے متعلق ہے کہ کوڑوں کی سزا پر عمل درآمد کس طریقہ سے کیا جائے)

آرڈیننسز دو طرح کی سزائیں تجویز کرتے ہیں

حد جس کے لفظی معنیٰ 'حد' ہی ہیں اور اسے قرآن وسنت کے احکامات کے مطابق سزاؤں کے طور پر بیان کیا گیا ہے اور تعزیر جس کے لفظی معنیٰ 'سزا دینے' کے ہیں اور اس میں حد کے علاوہ کوئی بھی سزا شامل ہے۔ حد کے نفاذ کے لئے شرائط تھیں/ہیں کہ ملزم کو بالغ (مرد کے لئے 18 اور خاتون کے لئے 16 سال یا بلوغت)، ملزم اعتراف جرم کرے یا ارتکاب جرم کا چشم دید گواہ ہونا ضروری ہے، تمام جرائم کے لئے دو چشم دید گواہ ہونے چاہیں ماسوائے زنا اور زنا بالجبر کے جہاں چار چشم دید گواہوں کی ضرورت ہوگی، گواہوں کا بالغ مسلمان مرد (مسلمان ملزم کے خلاف مسلمان عورتوں یا غیر مسلم مرد و عورت کی گواہی قبول نہیں کی جاتی) ہونے چاہیں مگر ملزم کے غیر مسلم ہونے کی صورت میں غیر مسلم (عورت و مرد) بھی گواہ ہو سکتے ہیں۔

حد کی چند سزائیں یہ تھیں/ہیں

شادی شدہ مسلمان کے ارتکاب زنا پر/سنگساری، بالغ غیر مسلم یا بالغ غیر شادی شدہ مسلمان کے ارتکاب زنا پر 100 کوڑے، شادی شدہ مسلمان کی طرف سے زنا بالجبر پر سنگساری، بالغ غیر مسلم یا بالغ غیر شادی شدہ مسلمان کی طرف سے زنا بالجبر کرنے پر 100 کوڑے جس کے ساتھ موت سمیت کوئی بھی سزا دی جا سکتی ہے، بالغ مسلمان کی طرف سے نشہ آور محلول پینے پر 80 کوڑے، کسی بند جگہ سے ایک مخصوص مقدار سے زیادہ اشیاء کی چوری پر (پہلی بار جُرم پر) دایاں ہاتھ کاٹنے اور (دوسری بار جرم پر) بایاں پاؤں کاٹنے کی سزا۔

آمر ضیاء الحق نے 1984 میں قانون شہادت بھی جاری کیا جس میں ایک مرد کے مقابلے میں عورت کی گواہی کو آدھا یا دو عورتوں کی گواہی کو ایک مرد کی گواہی کے برابر قرار دیا گیا۔

1999 سے 2002 تک

اس وقت کے چیف آف دی آرمی سٹاف جنرل پرویز مشرف کی طرف سے نواز شریف کی منتخب حکومت کا تختہ اُلٹنے کے بعد 1999 سے 2002 تک کوئی پارلیمنٹ وجود نہیں رکھتی تھی۔ آئین کو بھی بالائے طاق رکھ دیا گیا تھا۔ عام انتخابات 2002 میں ہوئے اور بارہویں قومی اسمبلی وجود میں آئی۔ 2001 میں پاکستان شہریت بل 1951 میں جزوی ترمیم سے پاکستانی عورتوں کے بچوں کو شہریت کا اختیار دیا گیا مگر ان کے غیر ملکی شوہروں کو بدستور پاکستانی شہریت کے حصول کے حق سے محروم رکھا گیا۔ عورتوں کے ایک خاص مدت میں 'خلع' کے حصول کو یقینی بنانے کے لئے 2002 میں عائلی عدالتیں ایکٹ میں بھی ترامیم کی گئیں۔

اس عرصہ کے دوران قومی اسمبلی اور سینٹ میں عورتوں کی مخصوص نشستوں کی بحالی اور اضافہ ایک سنگ میل واقعہ رہا۔ ان ایوانوں میں عورتوں کے لئے 17 فیصد مخصوص نشستیں رکھی گئیں اور مقامی نظامی حکومت میں خواتین کے لئے 33٪ نشستیں مخصوص کی گئیں۔ یہاں اس امر کا ذکر بے محل نہ ہوگا کہ عورتوں کی نشستوں کا مخصوص کیا جانا 1973 کے آئین کی آئینی ضرورت تھی جو 1988 کے انتخابات کے ساتھ غیر موثر ہو گئی۔ 2002 میں اس مثبت اقدام کے نتیجے میں ہزاروں عورتیں مقامی سطح پر منتخب ہوئیں اور قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں عورتوں کی نمائندگی کے تناسب میں تقریباً 20٪ اضافہ ہوا جو پاکستان کے منتخب ایوانوں کے مجموعی رنگ ڈھنگ کو تبدیل کرنے کا باعث بنا۔ عورتوں کی سیاسی نمائندگی کا اہم تناسب حاصل کرنے کا یہ پہلا نمایاں قدم دُور رس نتائج کا حامل رہا۔

2002 سے 2007 تک

بنیادی طور پر صنفی بنیاد پر قانون سازی کی نئی لہر کی بنیاد 12 ویں قومی اسمبلی، سینٹ اور چاروں صوبائی اسمبلیوں میں موجود خواتین اراکین پارلیمنٹ کی طرف سے انسانی حقوق اور عورتوں کے حقوق کے مرکزی دھارے کی تنظیموں بشمول عورت فاؤنڈیشن، خواتین محاذ عمل، پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق، سیپ۔ پی کے، اے جی ایچ ایس، شرکت گاہ، ادارہ استحکام شرکتی ترقی، ادارہ برائے پائیدار ترقی، سنگی اور پائلر کی مکمل حمایت کے ساتھ رکھی گئی۔ بنیادی کام کا اہتمام اور انجام دہی البتہ تمام سیاسی جماعتوں سے تعلق رکھنے والی خواتین اراکین پارلیمنٹ نے کی۔ 2000 میں قائم کئے گئے قومی کمیشن برائے وقار نسواں کے علاوہ انہیں متعلقہ سیاسی جماعتوں کے کئی ممتاز مرد حامیوں کی حمایت بھی حاصل تھی۔ 12 ویں قومی اسمبلی سے تعلق رکھنے والی قانون سازی عورتوں کی کارکردگی حیرت انگیز رہی۔ اگرچہ ان کی قانون سازی میں سے بیشتر کو کامیابی نہ ملی تاہم یہ بہت اہم تھیں کیونکہ درحقیقت وہی آج سامنے آنے والے نتائج کا باعث بنیں۔ 12 ویں قومی اسمبلی کا ریکارڈ ظاہر کرتا ہے کہ شیری رحمان (پاکستان پیپلز پارٹی پارلیمنٹیرینز) اور ان کی سیاسی جماعت سے تعلق رکھنے والے دیگر اراکین نے 2003 میں 'تحفظ و بااختیاری خواتین بل 2003' کے نام سے واحد پرائیویٹ ممبرز بل پیش کیا۔ 2004 میں شیری رحمان نے 'غیرت' کے نام پر قتل کے معاملے سے متعلق بھی ایک بل پیش کیا۔ تاہم اس اثناء میں 30 جولائی 2004 کو 'غیرت' کے نام پر قتل کے خاتمہ کے لئے ایک سرکاری بل پیش کیا گیا۔ یہ بل جس پر وزیر اعظم کی مشیر برائے ترقی نسواں نیلوفر بختیار عورت فاؤنڈیشن کے اشتراک سے ایک عرصہ سے کام کر رہی تھیں اس میں قصاص اور راضی نامے کی دونوں دفعات شامل نہیں تھیں جو پرائیویٹ بل اور محترمہ شہلا ضیاء کی طرف سے تیار کئے گئے بل کا حصہ تھیں۔ تاہم چونکہ مضمون نگار اس سلسلہ میں ہونے والی کاوشوں سے آگاہ ہے اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ محترمہ نیلوفر بختیار، محترمہ مہناز رفیع اور محترمہ کشمالہ طارق جن کا تعلق حکمران جماعت (پاکستان مسلم لیگ۔ قائد) سے تھا نے ان مثبت ترامیم کو بل کا حصہ بنانے کے لئے آخری لمحہ تک اپنی بہترین کاوشیں کیں۔ حکومت اور سیاسی جماعت میں شامل بعض حلقوں کی طرف سے سخت مزاحمت کی وجہ سے انہیں ایسا کرنے میں ناکامی ہوئی۔ سرکاری بل قومی اسمبلی کی جانب سے 26 اکتوبر 2004 کو منظور کیا گیا۔

(بقیہ اگلے صفحے پر)

خواتین سے متعلق اہم قوانین: ایک نظر

- سرپرست و نابالغ ایکٹ 1860
- غیر ملکیوں سے شادی کا قانون 1903
- نابالغوں کی شادی کی ممانعت کا قانون 1929
- مسلمانوں کی تنسیخ نکاح کا قانون 1939
- مسلم عائلی قوانین آرڈیننسز 1961
- قواعدِ مغربی پاکستان زیرِ مسلم عائلی قوانین 1961
- مغربی پاکستان عائلی عدالتوں کا قانون 1964
- مغربی پاکستان عائلی قواعد 1965
- جہیز اور عروسی تحائف (ممانعت) قانون 1976
- جہیز اور عروسی تحائف (ممانعت) قواعد 1976
- حدود آرڈیننسز 1979
- قانون شہادت آرڈر 1984
- پاکستانی شہریت ایکٹ 1951، 2001 میں جزوی ترمیم شدہ
- عائلی قوانین کا ترمیمی قانون برائے خلع 2002
- قوانین فوجداری (ترمیم) ایکٹ 2004 ('غیرت' سے متعلق جرائم پر)
- تحفظ خواتین (قوانین فوجداری ترمیم) ایکٹ 2006
- قوانین فوجداری (ترمیم) ایکٹ 2010 (جنسی طور پر ہراساں کرنے پر)
- جائے ملازمت پر ہراساں کئے جانے کے خلاف تحفظ کا بل 2010
- خواتین دشمن رواجات کا امتناع (فوجداری قانون ترمیم) بل 2011
- تیزاب پر کنٹرول اور تیزاب جرائم کی روک تھام کا بل 2010

سات برسوں میں عورتوں کے حق میں سات قوانین بنائے گئے

(بقیہ صفحہ 2 سے)

دوسرے سال پیش کئے جانے والے اہم پرائیویٹ ممبرز بل میں درج ذیل شامل ہیں:

محترمہ مہناز رفیع (پاکستان مسلم لیگ۔قائد) کی طرف سے پیش کیا گیا ضابطہ تعزیراتِ پاکستان (ترمیمی) بل 2004 (366 سی میں ترمیم)، محترمہ سمیعہ راحیل قاضی (متحدہ مجلس عمل) کی جانب سے پیش کیا گیا عورتوں کی ترقی اور فلاح کا بل 2004، محترمہ کشمالہ طارق (پاکستان مسلم لیگ قائد) کی طرف سے پیش کیا گیا ضابطہ فوجداری (ترمیمی) بل 2004 اور محترمہ مہرین انور راجہ (پاکستان پیپلز پارٹی پارلیمنٹیرینز) کی طرف سے پیش کیا گیا بل دی عائلی عدالت (ترمیمی) بل 2004۔

سال 2005 میں عمومی توجہ عورتوں کے وقار میں بہتری اور ان کے خلاف شدید امتیازات کے خاتمہ پر قانون سازی تھی۔ 2005 میں پیش کئے گئے اہم بل درج ذیل ہیں:

عورتوں کیلئے برابری کے مواقع کا بل 2005، گھریلو تشدد کے خاتمے کا بل 2005 اور قوانین حدود (منسوخی) بل 2005 جو محترمہ شیری رحمان نے پیش کئے، عائلی عدالتیں (ترمیمی) بل 2005، جرم زنا اور نفاذِ حدود (ترمیمی) بل 2005 اور جرم قذف اور نفاذ حدود (ترمیمی) بل 2005 جو محترمہ کشمالہ طارق نے پیش کئے، پاکستان شہریت (ترمیمی) بل 2005 (دوبار پیش ہوا)، خاتون وفاقی محتسب اعلیٰ ادارے کے قیام کا بل 2005، بزرگ شہریوں کا بل 2005، بل 2005 جو محترمہ مہناز رفیع نے پیش کئے: ملازم عورتوں کے تحفظ کا بل 2005 (دوبار پیش ہوا)، عورتوں کیلئے وراثت کا بل 2005، عورتوں کے معاشی استحکام کا بل 2005، حدود لاز کا موثر نفاذ اور تحفظ بل 2005 جو محترمہ سمیعہ راحیل قاضی نے پیش کئے، خواتین کے لئے اہم نوعیت کے دیگر بلوں میں شامل تھے: ضابطہ فوجداری (ترمیمی) بل 2005 اور ضابطہ دیوانی (ترمیم) بل 2005 جو محترمہ بیگم حسنین (پی پی پی) نے پیش کئے، ضابطہ فوجداری (ترمیم) بل 2005 جو محترمہ ثمینہ خالد گھرکی (پاکستان پیپلز پارٹی پارلیمنٹیرینز) نے پیش کیا: قرآن شریف سے شادی پر ممانعت کا بل 2005 اور جہیز اور شادی بیاہ تحائف ممانعت بل 2005 جو ڈاکٹر فریدہ احمد صدیقی (ایم ایم اے) نے پیش کئے اور ضابطہ فوجداری (ترمیمی) بل 2005 جو محترمہ روبینہ سعادت قائم خانی (پاکستان پیپلز پارٹی پارلیمنٹیرینز) نے پیش کیا۔

سال 2006 جو چوتھا سال تھا اس دوران قومی اسمبلی نے 21 اگست 2006 کو حکومت کی طرف سے پیش کیا گیا سرکاری بل 'تحفظ خواتین (فوجداری قوانین ترمیمی) بل 2006' منظور کیا۔ پاکستان پیپلز پارٹی پارلیمنٹیرینز، متحدہ قومی موومنٹ اور عوامی نیشنل پارٹی نے بل کی حمایت کی۔ متحدہ مجلس عمل (چھ مذہبی جماعتوں کا اتحاد) نے بل کی مخالفت کی اور پاکستان مسلم لیگ۔نواز نے ووٹنگ میں حصہ نہ لیا، بل نے دو حدود آرڈیننسوں جو زنا اور قذف آرڈیننس تھے میں بڑے پیمانے پر ترامیم کیں۔ چند نمایاں خصوصیات یہ تھیں کہ اس نے حد اور تعزیر کے جرائم/سزاؤوں کو علیحدہ کیا، زنا بالجبر کو زنا بالرضا سے الگ کرتے ہوئے اسے زنا آرڈیننس سے ضابطہ تعزیرات پاکستان (پی پی سی) میں منتقل کیا، زنا (شادی سے باہر تمام جنسی تعلقات) کو پی پی سی میں علیحدہ شقوں (496 بی اور 496 سی) کے طور پر شامل کیا گیا جس میں پانچ سال تک کی قید اور دس ہزار روپے تک کا جرمانہ رکھا گیا، زنا اور قذف کی شکایت کا طریقہ کار تبدیل کیا گیا اور قذف کے متواری طور پر نفاذ کو ممکن بنایا گیا۔

اسی سال (2006) کے دوران محترمہ مہناز رفیع نے قذف آرڈیننس میں اصلاحات کے لئے ایک اور بل 'جرم قذف اور نفاذ حدود (ترمیمی) بل 2006' پیش کیا۔ دریں اثناء محترمہ کشمالہ طارق حدود آرڈیننس میں مزید اصلاحات کیلئے 'جرم قذف اور نفاذ حدود (ترمیمی) بل 2006' کے نام سے ایک اور بل لے کر آئیں۔ مسلم عائلی قوانین کے حوالہ سے محترمہ عائشہ منور اور محترمہ عنایت بیگم 'دی مسلم عائلی قوانین (ترمیمی) بل 2006' کے نام سے دو مزید بل لے کر آئیں اور اسی نام سے ایک بل محترمہ روبینہ شاہین وٹو نے پیش کیا۔ محترمہ شکیلہ خانم رشید 'جبری مشقت نظام (خاتمہ) (ترمیمی) بل 2006 کے نام سے ایک اور اہم بل پیش کیا۔ پانچویں اور آخری پارلیمانی سال (2007) قانون سازانہ سرگرمیوں کے حوالہ سے اچھی کارکردگی کا حامل نہ رہا کیونکہ گذشتہ تمام برسوں کی نسبت اسمبلی کا انعقاد کم دنوں کے لئے ہوا اور اس سال کے دوران خواتین اراکین پارلیمنٹ نے 17 پرائیویٹ ممبرز بل پیش کئے۔ تاہم اپنی پانچ سالہ مدت ختم ہونے سے قبل قومی اسمبلی نے ایک بڑا کام کیا اور محترمہ شیری رحمان اور محترمہ مہناز رفیع کی طرف سے پیش کئے گئے دونوں بلوں کو متعلقہ قائمہ کمیٹی کو اس ہدایت کے ساتھ ارسال کر دیا کہ انہیں باہم یکجا کیا جانا چاہیے۔ ریکارڈ کی خاطر یہ ذکر بے محل نہ ہوگا کہ قومی اسمبلی اور سینٹ اس عرصہ میں عورتوں کیلئے صرف دو قوانین بنا سکے جو 2004 میں 'غیرت' کے نام پر قتل پر قانون اور 2006 میں تحفظِ خواتین کا قانون 2006 تھے۔

2008 سے 2012 تک

عام انتخابات کا انعقاد 2008 میں ہوا۔ تاہم گذشتہ اسمبلی کی جانب سے ظاہر کی جانے والی تیز روی ختم نہ ہوئی۔ عورت فاؤنڈیشن، یونیفیم اور وزارت ترقی نسواں (18 ویں ترمیم کے بعد یہ وزارت اب صوبوں کو منتقل کر دی گئی ہے) نے گھریلو تشدد سے متعلق بل (ڈی وی بی) پر اتفاق رائے کے حصول کیلئے مل کر کام کیا کیونکہ اس حوالہ سے چار علیحدہ مسودے گردش کر رہے تھے جن میں سے ایک محترمہ شیری رحمان اور محترمہ مہناز رفیع نے گذشتہ قومی اسمبلی میں پیش کیا تھا اور اسے وزارت ترقی نسواں نے باہم یکجا کر دیا تھا، دوسرا مسودہ عورت فاؤنڈیشن نے جسٹس (ریٹائرڈ) ناصرہ جاوید اقبال کی مدد سے تیار کیا گیا تھا، تیسرا مسودہ یونیفیم نے تیار کیا تھا اور چوتھا جو 13 ویں قومی اسمبلی میں سال 2008 کے دوسرے نصف حصہ کے دوران محترمہ یاسمین رحمان (رکن قومی اسمبلی پاکستان پیپلز پارٹی پارلیمنٹیرینز) نے بطور پرائیویٹ ممبر بل پیش کیا تھا۔ عورت فاؤنڈیشن اور یونیفیم ایک مشاورتی عمل کے ذریعہ اپنے مسودات کو باہم مدغم کر کے ایک مسودہ میں بدلنے میں کامیاب ہوگئے۔ محترمہ ملیحہ ضیاء کی سرکردگی میں عورت فاؤنڈیشن کی ایک ٹیم نے اس مسودہ پر مختلف حلقوں سے مزید گفتگو کی اور اسے ان کے سامنے رکھا اور آخر کار وزارت ترقی نسواں کے سپرد کر دیا۔ چونکہ اس وقت تک گھریلو تشدد پر چوتھا بل قومی اسمبلی میں پیش کیا جا چکا تھا، قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی برائے ترقی نسواں نے کمیٹی کی چیئرپرسن محترمہ بشریٰ گوہر رکن قومی اسمبلی۔عوامی نیشنل پارٹی کی سرکردگی میں ڈاکٹر عطیہ عنایت اللہ رکن قومی اسمبلی پاکستان مسلم لیگ۔قائد کی سربراہی میں قائم ایک ذیلی کمیٹی کے ذریعہ مزید مشاورت کا فریضہ سرانجام دیا۔ قومی اسمبلی نے 4 اگست 2009 کو محترمہ یاسمین راشد کے گھریلو تشدد (انسداد اور تحفظ) بل 2009 منظور کر کے تاریخ رقم کی۔ بدقسمتی سے یہ بل سینٹ میں غیر موثر ہو گیا اور 18 ویں آئینی ترمیم کے بعد قانون سازی کے عمل میں آنے والی تبدیلیوں کی وجہ سے اسے بچانے کے لئے کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ قومی کمیشن برائے وقارِ نسواں کی جانب سے کئے گئے ایک حالیہ اقدام نے گھریلو تشدد بل کے ایک نئی اصلاح شدہ شکل کی منظوری کی اُمید تازہ کر دی ہے۔ دریں اثناء قانون ساز عورتیں قومی کمیشن برائے وقار نسواں اور عورت فاؤنڈیشن کے اشتراک عمل سے صوبائی قانون ساز اداروں میں گھریلو تشدد پر جامع قانون سازی متعارف کرانے کی سعی کر رہی ہیں اور اُمید کی جا رہی ہے کہ یہ کاوشیں بارآور ثابت ہوں گی۔

سال 2010 میں عورتوں کے خلاف جنسی ہراسیت کو روکنے کے لئے دو قوانین سرکاری بلوں کے طور پر سامنے آئے۔ پہلا فوجداری قانون (ترمیمی) ایکٹ '2010' ہے جو مقام ملازمت پر خواتین کی جنسی ہراسیت سے متعلق ضابطہ تعزیرات پاکستان (پی پی سی) کی دفعہ 509 میں ترمیم کرتا ہے۔ یہ ایک عمدہ قانون سازی ہے جو جنسی ہراسیت کے جرم کو واضح کرتا ہے اور قرار دیتا ہے کہ یہ جرم سزا کا حامل ہوگا جو تین سال قید یا پانچ لاکھ روپے جرمانہ یا دونوں ہو سکتی ہے۔ دوسرا اور زیادہ جامع قانون 'مقام ملازمت پر خواتین کی جنسی ہراسیت سے تحفظ ایکٹ 2010' کے نام سے ہے۔ مقام ملازمت پر عورتوں کی جنسی ہراسیت کے معاملہ سے نمٹنے کے لئے یہ زیادہ اہم اور جامع قانون ہے۔ اس بل کو حتمی مراحل تک پہنچانے اور منظور

(بقیہ اگلے صفحے پر)

حدود آرڈیننسوں کی تنسیخ کیلئے سول سوسائٹی کی تحریک

حدود آرڈیننسوں کے خلاف تحریک 1979 میں ان کے متعارف ہونے کے فوراً بعد ہی شروع ہوگئی تھی جب یہ کھل کر سامنے آ گیا کہ یہ قوانین عورتوں اور اقلیتوں کے خلاف کھلے طور پر امتیازی ہیں اور وہ ان کے خلاف جبر اور ناانصافی کا ذریعہ بھی بن رہے ہیں، خواتین محاذِ عمل تشکیل دیا گیا جس نے ان قوانین کے خلاف جدوجہد شروع کر دی۔ 12 فروری 1983 کو خواتین وکلاء محاذ، پنجاب اور خواتین محاذ عمل نے لاہور میں قانون شہادت کے خلاف ریلی نکالی۔ ریلی کے شرکاء پر شدید لاٹھی چارج کیا گیا، آنسو گیس پھینکی گئی اور انہیں حوالات میں بند کیا گیا (12 فروری اب پاکستان میں عورتوں کے قومی دن کے طور پر منایا جاتا ہے)۔

دریں اثناء ان قوانین خصوصاً زنا آرڈیننس کے ذریعہ انصاف کی پامالی کرتے ہوئے ہزاروں عورتوں کو گرفتار کیا گیا، ان پر مقدمے چلائے گئے، انہیں تشدد کا نشانہ بنایا گیا اور سزائیں سنائی گئیں۔ سول سوسائٹی کی تنظیموں خصوصاً عورت فاؤنڈیشن، پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق، شرکت گاہ، اے جی ایچ ایس، سیپ۔ پی کے اور کئی دیگر نے تقریباً دو دہائیوں تک ملک گیر سطح پر وکالتی مہمیں، ریلیوں اور مظاہروں، تحقیق اور معلومات جمع کرنے اور عام کرنے کے ذریعہ مسلسل اور پُرعزم کاوشیں کیں۔

ان کا نقطہ نظر تھا کہ یہ قوانین آئین کی برابری سے متعلق دفعات خصوصاً آرٹیکل 25 اور آرٹیکل 34 سے متصادم تھیں اور ان میں اسلامی احکامات کی انتہائی غلط تشریحات شامل تھیں اور وہ عورتوں اور اقلیتوں سے متعلق واضح طور پر امتیازی تھیں۔ 1997 میں سپریم کوٹ کے ایک حاضر جج کی سربراہی میں سرکاری طور پر تشکیل دیئے گئے تحقیقاتی کمیشن برائے خواتین نے حدود آرڈیننسز کی فوری منسوخی کی سفارش کی۔ 2003 میں ہائی کورٹ کے ایک ریٹائرڈ جج کی سربراہی میں قائم ایک قانونی ادارہ قومی کمیشن برائے وقار نسواں نے بھی ان قوانین کی منسوخی کی سفارش کر دی، ملک کے شعبہ انصاف کی سرکردہ شخصیات اور اہل فکر و دانش بشمول ممتاز دانشور، صحافی اور ماہرین تدریس بھی ان قوانین کی منسوخی کی تحریک میں شامل ہوگئے۔ ممتاز مسلم علماء کی جانب سے کئی جامع تحقیقی مطالعات میں بھی نقطہ نظر کا اظہار کیا گیا کہ یہ قوانین غیر اسلامی اور ناانصافی پر مبنی ہیں جنہیں بہرصورت منسوخ کیا جائے، متعدد علاقائی اور چھوٹی جماعتوں کے علاوہ قومی دھارے کی کم از کم تین سیاسی جماعتیں پاکستان پیپلز پارٹی پارلیمنٹیرینز، متحدہ قومی موومنٹ اور عوامی نیشنل پارٹی بھی ان کی منسوخی کے لئے اُٹھ کھڑی ہوئیں، پاکستان مسلم لیگ۔ق کے کئی ممتاز اراکین نے بھی منسوخی کی حمایت کی۔

سات برسوں میں عورتوں کے حق میں سات قوانین بنائے گئے

(بقیہ صفحہ 3 سے)

کرانے کے لئے عزم اور مسلسل پیروی کا سہرا (جنسی ہراسیت کیخلاف اتحاد) کے سر بندھتا ہے اور وہ قابل تحسین بھی ہے۔ محترمہ شیری رحمان جو اس وقت وزیر اطلاعات کے عہدہ پر فائز تھیں نے بل پر آراء اور تجاویز کے حصول کے لئے مختلف متعلقہ حلقوں کی دو وسیع البنیاد مشاورتی اجلاسوں کے انعقاد کے لئے خصوصی کاوشیں کیں۔ عورت فاؤنڈیشن ان مشاورتی اجلاسوں میں شامل رہی اور جنسی ہراسیت کے قانون کے تحت 'عورت وفاقی محتسب اعلیٰ' کا ایک ادارہ قائم کرنے کی تجویز اس کے ایک نمائندہ کی جانب سے سامنے آئی۔ یہ بل قومی اسمبلی کی جانب سے 22 جنوری 2010 کو منظور کیا گیا۔ سینٹ سے منظوری اور صدر کی توثیق سے یہ قانون میں ڈھل گیا۔ یہ قانون مختلف شعبوں میں کام کرنے والی خواتین جن میں اینٹوں کے بھٹوں پر کام کرنے والی مزدور، کسان، گھریلو عورتیں اور بازاروں اور مقامات عامہ پر عورتوں کو تحفظ بہم پہنچائے گا۔

یہ قانون اس ایکٹ کے نفاذ کے تیس دن کے اندر ہر ادارے میں شکایات کو دیکھنے کیلئے ایک تفتیشی کمیٹی کے قیام کی تجویز پیش کرتا ہے۔ ''کمیٹی تین اراکین پر مشتمل ہو گی جن میں سے ایک رکن عورت ہو گی، ایک رکن سینئر انتظامیہ سے اور جہاں سی بی اے موجود نہ ہو ایک ملازمین کا سینئر نمائندہ یا ایک سینئر ملازم ہو گا/گی۔''

سال 2011 رواجی رسومات اور تیزاب پھینکنے سے متعلق جرائم پر سزاؤں کے ذریعے عورتوں کے خلاف ناانصافی اور امتیاز ختم کرنے کے لئے دو مزید انتہائی اہم قوانین کے تحفوں کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔

خواتین دشمن رواجات کا امتناع (فوجداری قانون ترمیم) بل 2011 جو پاکستان مسلم لیگ۔ قائد کی محترمہ دونیا عزیز نے اپنی پارٹی قیادت کی مکمل تائید کے ساتھ پیش کیا تھا کہ بل 15 نومبر 2011 کو قومی اسمبلی سے متفقہ اور پھر 12 دسمبر 2011 کو سینٹ سے متفقہ طور پر منظور ہوا (خواتین دشمن رواجات کا امتناع (فوجداری قانون ترمیم) بل 2011 پر تجزیاتی تبصرہ لیجسلیٹو واچ کے گذشتہ شمارہ نمبر 37 میں شائع کیا گیا جو عورت فاؤنڈیشن کی ویب سائٹ www.af.org.pk پر دستیاب ہے)۔ قبل ازیں 10 مئی 2011 کو قومی اسمبلی نے 'تیزاب پر کنٹرول اور تیزاب جرائم کی روک تھام کا بل 2010' کو بھی متفقہ طور پر منظور کیا جو اس جرم کا ارتکاب کرنے والوں کو 14 سال کی عمر قید اور 10 لاکھ روپے تک کے جرمانہ کی سفارش کرتا ہے۔ 'تیزاب پر کنٹرول اور تیزاب جرائم کی روک تھام کا بل 2010' کی اصل محرک محترمہ ماروی میمن، بیگم شہناز شیخ اور ایڈووکیٹ محترمہ انوشے رحمان تھیں۔ تاہم چونکہ یہ بل بھی سینٹ میں جا کر غیر موثر ہو گیا تھا، اسے سینیٹر نیلوفر بختیار نے دوبارہ پیش کیا۔ 12 دسمبر 2011 کو اس بل کو بھی سینٹ سے متفقہ تائید حاصل ہوئی۔

کئی اہم بل اب بھی پارلیمنٹ کے سامنے زیر التواء ہیں جن میں محترمہ بشریٰ گوہر کی جانب سے پیش کیا جانے والا پرائیویٹ ممبرز بل بھی شامل ہے جو موجودہ پاکستان شہریت ایکٹ 1951 میں موجود امتیاز کے خاتمہ کے لئے ہے۔

پالیسی اور ادارہ جاتی اقدامات

عورتوں کے حقوق اور بااختیاری کے لئے پالیسی اور ادارہ جاتی نظام کار وضع کرنے کے حوالہ سے کئی سنگ میل اور پیش قدمیاں جو عورت دوست قانون سازی کی وجہ بنیں، اور جنکا ذکر زیر نظر بحث میں کیا گیا ہے، بڑی حد تک گذشتہ دو دہائیوں میں سامنے آئیں۔ مختصراً ان میں شامل ہیں:

1989 میں فرسٹ ویمن بینک کا قیام اور 1994 میں خواتین کے تھانے، 1994 میں لایا گیا لیڈی ہیلتھ ورکرز پروگرام، 1994 میں کمیشن برائے خواتین کا قیام اور 1997 میں اس کی رپورٹ کا آنا، 1996 میں عورتوں کیخلاف تمام قسم کے امتیازی سلوک کے خاتمے کا معاہدہ (سیڈا) کی توثیق، 1998 میں عورتوں کیلئے قومی لائحہ عمل کا آغاز، 1997 سے 2008 تک تشدد کی عورتوں کے لئے 25 کرائسسز سینٹروں کا قیام، 2000 میں مستقل قومی کمیشن برائے وقار نسواں کا قیام، 2002 میں قومی پالیسی برائے ترقی و بااختیاری خواتین کا قیام، 2000 اور 2002 میں علی الترتیب مقامی کونسلوں میں عورتوں کی 33 فیصد مخصوص نشستوں اور قومی وصوبائی اسمبلیوں میں 17 فیصد کوٹہ متعارف ہونا، 2005 میں منصوبہ عمل برائے صنفی اصلاحات، 2008 میں بینظیر انکم سپورٹ پروگرام کا قیام جس میں عورتیں بنیادی مستفید کنندگان ہیں۔ مزید برآں 2008 میں وفاقی پارلیمنٹ میں تمام سیاسی جماعتوں پر مشتمل ویمنز پارلیمنٹری کاکس کی تشکیل اور 2008 میں انسانی حقوق کی ایک مکمل وزارت قائم کی گئی جو حکمرانی کے ڈھانچہ اور اداروں کو انسانی حقوق کا کلی تناظر اور جہت مہیا کرتی ہے۔

مضمون نگار عورت فاؤنڈیشن سے وابستہ ہیں

عورتوں کے حق میں بنائے گئے سات قوانین کے تناظر میں:

حاصلِ بحث چند مشاہدات

عورتوں کے لئے پہلا ترقی پسندانہ قانون مسلم عائلی قوانین تھا جو 1961 میں آیا۔ ان قوانین سے متعلق چند ترامیم اور قواعد سے ہٹ کے عورتوں کے لئے اصلی مثبت قانون سازی تقریباً 16 برسوں بعد یعنی 1976 میں سامنے آئی جب 'جہیز اور عروسی تحائف پر پابندی کا قانون 1976 ایک قانون بنا۔ 1977 کے بعد سے عورتوں کے لئے امتیازی قوانین کا ایک طویل اور جابرانہ عہد شروع ہوا جن میں سے بعض قوانین تاحال باقی اور رائج ہیں۔ یہ عہد عورتوں اور اقلیتوں کے لئے 'قانونی جبریت' کے مترادف تھا۔ 1988 کے انتخابات کے بعد پاکستان میں جمہوریت دوبارہ لوٹ کر آئی۔ تاہم 1999 تک کے اگلے 10 برسوں کے دوران باوجود اس کے کہ کئی اہم پالیسی اور ادارہ جاتی اقدامات دیکھنے میں آئے، اس عرصہ میں عورتوں کے لئے صنفی بنیادوں پر کوئی بڑی قانون سازی نہ کی گئی۔ 1976 کے بعد تقریباً 28 برسوں کے بعد عورتوں دوست قانون سازی کی لہر نے 2004 میں پارلیمنٹ کے دروازے پر دستک دی جسے اُوپر بیان کیا گیا ہے۔

قانون ساز عورتوں کی پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کیساتھ ساتھ صوبائی اسمبلیوں میں موجودگی نے گذشتہ سات آٹھ برسوں کے دوران وفاقی پارلیمنٹ میں حالیہ قانون سازانہ مفاہمت کے پیچھے بڑا اور اہم کردار ادا کیا۔

قانون ساز عورتوں نے موقع میسر آنے پر پاکستانی عورتوں کے لئے کچھ کر گذرنے کیلئے بھرپور جوش و جذبہ کا مظاہرہ کیا۔ اس سے قانون ساز عورتوں کی طرف سے میں عورتوں کے مفاد میں مثبت قانون سازی کیلئے خود اپنی طرف سے یا اپنی سیاسی جماعتوں کے فکر کے تناظر میں حقیقی دلچسپی ظاہر ہوتی ہے۔

ان قانون ساز اجلاسوں میں اگر یہ عورتیں موجود نہ ہوتیں تو یہ تمام نئے بل اور قوانین ممکن نہ ہوتے۔ یہ بل اور قوانین خواتین اراکین پارلیمنٹ کی ذاتی وابستگی، ان کی صلاحیت اور بالغ نظری کا نتیجہ ہیں، وہ لوگ جنہیں پارلیمنٹ میں قانون سازی کے عمل سے متعلق کسی قدر آگاہی حاصل ہے بخوبی جانتے ہیں کہ یہ عمل کس قدر سنجیدہ، صبر آزما اور حتی کہ طویل ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ کئی محاذوں پر بیک وقت لڑی جانے والی جنگ بھی ہے۔ پارٹی کی اعلیٰ قیادت کو رضا مند کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور مختلف سیاسی جماعتوں اور مختلف اصناف کے حامل ہمعصروں کی تائید حاصل کرنا پڑتی ہے۔ اس کی راہ میں افسر شاہی کی طرف سے رکاوٹیں حائل ہوتی ہیں اور قائمہ کمیٹیوں کے طویل طریقہ ہائے عمل ہوتے ہیں جبکہ دلائل اور جوابی دلائل وغیرہ کا سلسلہ بھی چلتا ہے۔ قانون سازوں عورتوں نے ظاہر اور ثابت کیا ہے کہ وہ اچھی سیاست دان اور اراکین پارلیمنٹ ہو سکتی ہیں۔

12 ویں قومی اسمبلی میں خواتین اراکین پارلیمنٹ کی سرگرمیوں کا مطالعہ جو اُوپر بیان کیا گیا ہے ظاہر کرتا ہے کہ خواتین اراکین پارلیمنٹ نے وراثت، قرآن سے شادی، شہریت کے حقوق، عورتوں کے رتبے میں اضافہ اور ان کے خلاف ناانصافی اور امتیازات کے خاتمہ یہاں تک کہ ونی اور سوارا جیسی رواجاتی رسومات جیسے معاملات پر بل پیش کیئے۔ انہوں نے حدود آرڈیننسوں اور ایم ایف ایل او میں اصلاحات کے لئے بھی بل پیش کیئے۔

شہید بینظیر بھٹو کی بصیرت سے متاثر ہوتے ہوئے پاکستان پیپلز پارٹی کی جانب سے ڈاکٹر فہمیدہ مرزا کی بطور سپیکر قومی اسمبلی اور بیگم شہناز وزیر علی کی بطور وزیراعظم کی مشیر برائے سماجی شعبہ تقرری نے عورت دوست اور صنفی حساسیت کی حامل سیاسی ثقافت فروغ دینے میں زبردست کردار ادا کیا۔ وفاقی اور صوبائی سطح پر کئی خواتین وزراء کے تقرر نے عورتوں کی سیاسی بنیاد کو تقویت دینے میں مزید کردار ادا کیا۔ خیبر پختونخوا میں اے این پی حکومت کی جانب سے صوبہ میں پہلی خاتون وزیر کا تقرر اور سندھ کی صوبائی اسمبلی میں ایک عورت کا ڈپٹی سپیکر کے عہدہ پر انتخاب بھی اسی مثبت سمت کے جانب اُٹھائے گئے اقدام تھے۔

کئی کلیدی ادارے قائم اور فعال بھی ہیں: ویمنز پارلیمنٹری کاکس برمحل اقدامات کر رہا ہے اور یہ مختلف سیاسی جماعتوں سے تعلق رکھنے والی خواتین اراکین پارلیمنٹ کو یکجا کرنے میں کامیاب رہا ہے جیسا کہ پاکستان پیپلز پارٹی کی محترمہ نفیسہ شاہ، پاکستان مسلم لیگ نواز کی بیگم عشرت اشرف اور بیگم نزہت صادق اور عوامی نیشنل پارٹی کی محترمہ بشریٰ گوہر۔

قائمہ کمیٹیاں اپنے کردار سے زیادہ آگاہ اور پہلے سے کہیں فعال ہیں۔ وزارت انسانی حقوق معاملات پر گہری نگاہ کی حامل ہے۔ پاکستان نے گذشتہ دو برسوں کے دوران دیرینہ التواء کے شکار انسانی حقوق کے کئی اہم بین الاقوامی معاہدوں کی توثیق کی ہے۔

قومی کمیشن برائے وقار نسواں جس نے اپنی پہلی سربراہ جسٹس (ریٹائرڈ) ماجدہ رضوی کے تحت کام کرتے ہوئے عورتوں سے متعلق قوانین پر اصلاحات میں پہل کی، سیدہ عارفہ زہرہ کے دور میں بھی فعال رہا اور اب محترمہ انیس ہارون جو پاکستان میں حقوق نسواں کی تحریکوں کے بانیوں میں سے ایک ہیں، کی سرکردگی میں قانون سازی پر مبنی کئی اقدامات کے ذریعہ تاریخ رقم کر رہا ہے اور اپنے لئے ملکی خودمختاری حاصل کر رہا ہے۔

سیاسی ماحول اور وقت بدل گیا ہے: یہ 1999 نہیں ہے۔ جمہوری قوتیں آج ماضی کے مقابلہ میں مضبوط اور بہتر حیثیت کی حامل ہیں۔ اب کسی کی آواز کو نظر انداز کرنا یا دبا دینا آسان نہیں رہا۔ ہماری اعلیٰ عدالتوں کی جانب سے عدالتی سرگرمیوں کے بعد قانون کی حکمرانی اور آئین کی بالادستی زبان زد عام بن چکے ہیں۔

مرکزی دھارے کا میڈیا اگرچہ من مانی کی حد تک سیاست بازی میں ملوث ہے تاہم سماجی مقاصد اور صنفی برابری خصوصاً شہریوں کے انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کو اور عورتوں کے خلاف تشدد کو اُجاگر کرنے اور ان سماجی مقاصد کو فروغ دینے میں اس کا کردار انتہائی مثبت رہا جس کا اعتراف کیا جانا چاہیے۔

ریاست کے دائرہ سے باہر حکمرانی کے اداروں میں سول سوسائٹی ایک بڑے متعلقہ حلقہ کی صورت میں سامنے آئی ہے۔ شہری علاقوں میں شرح خواندگی کے حوالے سے صنفی تفاوت تقریباً ختم ہو جانے کے بعد ان معاملات پر شعور میں اضافہ ہوا ہے جو اس سے قبل سیاسی جماعتوں کے لئے کبھی باعث ترجیح نہیں تھے۔

مختلف سیاسی جماعتوں سے تعلق رکھنے والے عوامی نمائندے گردوپیش کے ماحول سے باخبر ہیں۔ پارلیمنٹ کی جانب سے ایک سے زیادہ مواقع پر متعدد عورت دوست قوانین کی منظوری پر ظاہر کئے جانے والے اتفاق کا مطلب ہے کہ پارلیمنٹریز خواتین کے مسائل پر توجہ دینے کی جانب راغب ہیں وہ سماجی تعلقات میں تبدیلی کیلئے اپنے حلقہ ہائے انتخاب کے تمام مطالبات پر کان دھر رہے ہیں اور شاید وہ معاشرے کے بدلتے رجحانات اور نئی ظہور پذیر حقیقتوں کا جواب دینے کی کوشش کر رہے ہیں، جہاں ہر ایک برابری اور انصاف کا طلبگار ہے۔

شاید ہم اسے مقامی اور بین الاقوامی دونوں سطحوں پر انسانی ترقی کے سمندر میں صنفی برابری کی ایک بلند لہر یا ایک تاریخی لہر کہہ سکتے ہیں اور شاید یہ بھی کہ آمر ضیاء الحق نے عورتوں کے خلاف امتیازی قوانین بنا کر جس 'قانونی جبریت' کا دور شروع کیا تھا وہ بالآخر اپنے اختتام کو بڑھ رہا ہے۔

عورتوں کیخلاف تشدد کے خاتمے کیلئے فعالیت کے سولہ دن کے موقع پر ریلیاں، تقریبات اور عورت یکجہتی میلہ

ہری پور میں محترمہ شبانہ ایاز ریلی سے خطاب کرتے ہوئے۔

ہری پور: عورت فاؤنڈیشن پشاور آفس نے سولہ دنوں کے ایکٹی وزم کے اختتام پر ہری پور میں ایک ریلی منعقد کی جس میں سینیٹرز سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ جب خواتین دشمن رواجات کا امتناع (فوجداری قانون ترمیم) بل 2011 سینٹ میں پیش ہو تو وہ اسے منظور کریں۔اس ریلی کا انعقاد انسانی حقوق کے دن کے موقع پر (10 دسمبر 2011) کیا گیا جہاں مقامی لوگوں بالخصوص عورتیں، انسانی حقوق کے کارکن اور سیاسی کارکنوں نے شرکت کی۔ یہ ریلی ظفر پارک سے شروع ہو کر شہر کے مختلف راستوں سے ہوتی ہوئی ایوب پارک پر جا کر اختتام پذیر ہوئی۔اس موقع پر نعیم مرزا چیف آپریٹنگ آفیسر عورت فاؤنڈیشن، شبینہ ایاز ریذیڈنٹ ڈائریکٹر عورت فاؤنڈیشن پشاور آفس، رابعہ وقار این سی اے اور دوسرے بہت سے لوگوں نے خطاب کیا۔ریلی کے شرکاء نے اس موقع پر سینیٹرز سے مطالبہ کیا کہ وہ عورتوں کو منفی رسومات اور روایات سے بچانے کیلئے قومی اسمبلی سے پہلے سے منظور شدہ بل کو منظور کردیں۔شرکاء نے بینرز اٹھائے ہوئے تھے جن پر سینیٹروں سے مناسب کردار کی ادائیگی اور اس بل کی حمایت، جس نے سوارا، ونی، جبری شادی، قرآن کے ساتھ شادی اور عورتوں کی وراثت سے محرومی کو غیر قانونی قرار دیا، کے خلاف نعرے درج تھے۔

کوئٹہ: عورت فاؤنڈیشن نے بلوچستان جینڈر ایکویٹی نیٹ ورک (بلوچستان کی مختلف تنظیموں کا نیٹ ورک) کے ساتھ ملکر 25 نومبر 2011 کو عورتوں کیخلاف تشدد کے خاتمے کیلئے فعالیت کے سولہ دنوں کو اجاگر کرنے کے لئے ایک تقریب کا انعقاد کیا۔اس تقریب میں معلوماتی سیشن، دستاویزی فلمیں، سٹیج پرفارمنس اور مشعل کا اہتمام کیا گیا جہاں پر عورتوں کے خلاف تشدد کے خاتمے کا پیغام دیا گیا تھا۔

اسلام آباد میں محترمہ انیس ہارون عورت یکجہتی میلے سے خطاب کرتے ہوئے۔

اسلام آباد: عورت فاؤنڈیشن اسلام آباد آفس نے 25 نومبر کو عورت یکجہتی میلہ کا اہتمام عورتوں کیخلاف تشدد کے خاتمے کیلئے فعالیت کے سولہ دنوں کے اعزاز میں لوک ورثہ ہیریٹیج میوزیم میں جینڈر ایکویٹی پروگرام کے تعاون کے ساتھ منعقد کیا۔صنفی تشدد کے خلاف فعالیت کے سولہ دنوں کے سلسلے میں منعقد کئے گئے پروگراموں میں سے ایک تھا۔سولہ دنوں کی یہ مہم ہر سال 25 نومبر کو شروع ہوتی ہے اور 10 دسمبر عالمی انسانی حقوق کے دن تک جاری رہتی ہے۔

''ہم تمام مرد اور عورتوں کو تشدد کے خاتمے کیخلاف بھرپور کردار ادا کرنا چاہیئے، صنف کے بارے رویے ٹھیک کرنے چاہیں اور کیمونٹی اور حکومت اس بارے اپنے عزم کو مزید مضبوط کریں'' ڈاکٹر اینڈریو سسن ڈائریکٹر یو ایس ایڈ مشن پاکستان نے اس موقع پر سامعین سے اپنے خطاب میں کہا۔

انیس ہارون چیرپرسن قومی کمیشن برائے وقارِ نسواں نے عورتوں کے حقوق، امن اور انسانی حقوق کی تحریکوں کو یکجا ہو کر عسکریت پسندی اور عورتوں کے خلاف تشدد کو چیلنج کرنے کی ضرورت کو اجاگر کیا۔

نعیم مرزا چیف آپریٹنگ آفیسر عورت فاؤنڈیشن نے خواتین دشمن رواجات کا امتناع (فوجداری قانون ترمیم) بل 2011 جو کہ قومی اسمبلی سے حال ہی میں منظور ہوا ہے اور جس نے عورتوں اور لڑکیوں کے خلاف تشدد اور امتیازی رسومات کو جرم قرار دیا، اپنے خطاب میں اس بل کے نمایاں پہلوؤں پر بات کی۔

سیمی کمال چیف آف دی پارٹی صنفی مساوات پروگرام، نے صنفی بنیاد پر تشدد سے نمٹنے کے لئے حکمت عملی کی نشاندہی کی۔بلیک باکس ساؤنڈز نے صنفی مساوات پروگرام کیلئے تیار کی گئی میڈیا مہم کو پیش کیا جو کہ خواتین کی جدوجہد اور باہمت پاکستانی خواتین کی کہانیوں کو ٹی وی، ریڈیو چینل اور اخبارات کے ذریعے اجاگر کرے گا۔

اسلام آباد میں مس فریال گوہر 'خالی کمرہ' کی پرفارمنس کر رہی ہیں۔

فعالیت کے سولہ دنوں کے موقع پر کراچی میں ثقافتی شو کا اہتمام

کراچی: عورت فاؤنڈیشن کراچی کی ٹیم نے فعالیت کے سولہ دن منانے کے لئے ایک 'فنی اور ثقافتی' تقریب کا اہتمام کیا۔

اس تقریب کا انعقاد نو دسمبر 2011 کو ممتاز مرزا آڈیٹوریم کراچی میں کیا گیا۔شعراء نے اہم صنفی مسائل بشمول تشدد، جو کہ معاشرہ میں عورتوں کو درپیش ہیں کو اجاگر کیا۔لوک موسیقی کے گروپ 'ماروال' جس کی قیادت ایک عورت گلوکارہ ماروال مرک کرتی ہیں جنکا تعلق سیلاب زدہ ضلع سانگھڑ سے ہے، نے شاہ عبداللطیف بھٹائی اور دوسرے صوفی شعراء کا کلام گا کر سنائے اور اس طرح سامعین کے دل موہ لیے۔اس تقریب کی صدارت معروف شاعرہ فہمیدہ ریاض نے کی۔دوسرے شعراء میں عذرا عباس، نسیم سید، فاطمہ حسن، تنویر انجم، سعدیہ حریم اور عطیہ داؤد نے کی۔

قانون سازی پر نظر

عورت پبلیکیشن اینڈ انفارمیشن سروس فاؤنڈیشن

'قانون سازی پر نظر' عورت پبلیکیشن اینڈ انفارمیشن سروس فاؤنڈیشن کے لیجسلیٹو واچ پروگرام فار ویمنز امپاورمنٹ کی رسورس سروس کی طرف سے اسلام آباد سے تیار کیا جاتا ہے۔

ایڈوائزری بورڈ

آئی۔اے۔رحمان، طاہرہ عبداللہ، نعیم مرزا

ایڈیٹوریل بورڈ

وسیم واگھا، ثروت وزیر

آپکے خطوط، آراء اور تحریریں باعث خوشی ہونگی۔رابطہ کیلئے:

عورت فاؤنڈیشن، مکان نمبر 12، سٹریٹ نمبر 12، F-7/2، اسلام آباد

فون: 051-2608956-8 ای میل: lwprs@af.org.pk

فیکس: 051-2608955 ویب سائٹ: www.af.org.pk

پرنٹنگ بشکریہ: ایم ایف اے، ناروے

2010 میں عالمی سطح پر خواتین: رجحانات اور اعداد و شمار

اقوامِ متحدہ سیکرٹریٹ اور شماریات ڈویژن شعبہ اقتصادی و سماجی اُمور کی جانب سے تیار کی گئی رپورٹ '2010 میں عالمی سطح پر خواتین: رجحانات اور اعداد و شمار' (The World's Women 2010: Trends and Statistics) عورتوں کی حیثیت کی عالمی صورتحال کا تجزیہ اور اعداد و شمار پیش کرتی ہے جس میں عصرِ حاضر کی زندگی میں مختلف میدانوں میں مردوں اور عورتوں کے مقام میں فرق کو اُجاگر کیا گیا ہے۔

255 صفحات پر مشتمل اپنی نوعیت کی ایک جامع اور نمائندہ رپورٹ ہے جو انسانی زندگی کے آٹھ کلیدی شعبوں میں عالمی سطح پر خواتین کے حالات سے متعلق منفرد اور قابلِ قدر اعداد و شمار پیش کرتی ہے۔ ذیل میں ہم اقوامِ متحدہ کے سیکرٹری جنرل بان کی مون کا پیغام اور ''کلیدی حقائق'' کو مختصراً دوبارہ پیش کر رہے ہیں جیسا کہ رپورٹ کے ہر باب کے آغاز میں اقوامِ متحدہ کے محققین اور لکھاریوں کی طرف سے بھرپور اور وابستگی کی حامل کاوشوں کے اعتراف کے ہمراہ پیش کیا گیا ہے۔

رپورٹ اقوامِ متحدہ کی ویب سائٹ پر دستیاب ہے: ایڈیٹر لیجسلیٹو واچ

سیکرٹری جنرل کی طرف سے پیغام

سماجی اور اقتصادی حقیقت کے بارے میں اعداد و شمار اور معلومات کے حوالہ سے اقوامِ متحدہ کو بطور عالمی 'ذخیرہ' منفرد مقام حاصل ہے۔ عورتوں اور مردوں کے عددی پروفائلز اور معاشروں میں ان کی حیثیت کو ایک باقاعدہ نظام کے تحت یکجا اور مدون کیا اور عملیاتی مراحل سے گزارا ہے اور زیرِ تجزیہ لایا گیا ہے جس سے یہ قومی، علاقائی اور بین الاقوامی تمام سطحوں پر ٹھوس پالیسی سازی کے لئے مجازیت حاصل ہوتی ہے۔

خواتینِ عالم: رجحانات اور شماریات کو پہلی مرتبہ 1991 میں اقوامِ متحدہ نے شائع کیا تھا۔ 1995 کے بعد ہر پانچ سال بعد اس کا نیا ایڈیشن جاری ہوتا ہے جس کے لئے بیجنگ پلیٹ فارم برائے ایکشن میں خصوصی طور پر ایسا کرنے کو کہا گیا تھا جب اس سال خواتین پر سنگِ میل چوتھی عالمی کانفرنس میں اسے اپنایا گیا تھا۔ ہر طرح کے مسائل اور دلچسپی کے معاملات کا احاطہ کرتے ہوئے یہ اپنی طرز کی واحد مطبوعہ ہے۔

خواتینِ عالم 2010 بیجنگ کانفرنس کی پندرہویں سالگرہ منانے کے لئے جاری تیاریوں میں حصہ ڈالنے کی خواہاں ہے۔ یہ زندگی کے اہم پہلوؤں سے متعلق ہے جس میں آبادی، خاندان، صحت، تعلیم، کام، طاقت اور فیصلہ سازی، عورتوں کے خلاف تشدد، ماحول اور غربت شامل ہیں۔ اس سے حقیقت سامنے آئی ہے کہ عورتوں اور مردوں کی برابر حیثیت کو یقینی بنانے کے لئے مختلف میدانوں میں پیشرفت ہوئی ہے بشمول سکول میں داخلوں، صحت اور معاشی شرکت کے ساتھ ساتھ یہ اس بات کو واضح کرتی ہے کہ ابھی بہت کچھ کیا جانا باقی ہے خصوصاً عوامی زندگی میں صنفی تفاوت کو ختم کرنا اور تشدد کی ان مختلف شکلوں کا سدِباب جن کی عورتیں شکار ہیں۔

مجھے اُمید ہے کہ موجودہ طباعت میں شامل افکار و معلومات دنیا بھر میں حکومتوں، محققین، سکالروں، غیر حکومتی تنظیموں اور دلچسپی رکھنے والے شہریوں کو ان کی ان کاوشوں میں معاون ہوں گی جو ہر ایک عورت کے اس کی مکمل استعداد کے حصول کو یقینی بنانے کے لئے کر رہے ہیں۔

بان کی مون

آبادی اور خاندان

کلیدی تحقیقی نشاندہی

☆ 1950 سے 2010 کے عرصہ میں دنیا کی آبادی تین گنا ہو کر تقریباً 7 ارب تک پہنچ گئی۔

☆ دنیا میں مردوں کی آبادی عورتوں کے مقابلہ میں تقریباً 57 ملین زیادہ ہے تاہم بعض ممالک میں اس کے باوجود مردوں کے مقابلہ میں عورتیں زیادہ ہیں۔

☆ 'صنفی دائرے' بھی موجود ہیں جو چھوٹی عمر کے گروپوں میں زیادہ لڑکوں اور مردوں اور بڑی عمر کے گروپوں میں زیادہ عورتوں پر مشتمل ہیں۔

☆ تولیدیت دنیا کے تمام حصوں میں تیزی سے کم ہو رہی ہے اگرچہ افریقہ کے بعض علاقوں میں یہ بدستور بلند ہے۔

☆ عمر کی حد میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے جس میں عورتیں مردوں کے مقابلہ میں زیادہ عرصہ حیات رہتی ہیں۔

☆ بین الاقوامی ہجرت بڑھ رہی ہے۔ ہجرت کرنے والی عورتوں کی تعداد مسلسل بڑھ رہی ہے اور بعض علاقوں میں وہ مردوں سے زیادہ ہو گئی ہے۔

☆ خواتین کے لئے شادی کی عمر مسلسل بڑھ رہی ہے اور مردوں کے لئے یہ بلند ہو رہی ہے۔

☆ خاندانی زندگی میں عورتیں بڑی حد تک کام کا بوجھ اُٹھاتی ہیں اگرچہ بعض ممالک میں تفاوت نمایاں طور پر کم ہوا ہے۔

صحت

کلیدی تحقیقی نشاندہی

☆ عورتیں تمام علاقوں میں مردوں کے مقابلہ میں زیادہ حیات رہتی ہیں۔

☆ افریقہ میں مردوں اور عورتوں دونوں کی ہر پانچ میں سے دو اموات اب بھی جراثیم زدگی اور جراثیمی بیماریوں سے ہوتی ہے۔

☆ مردوں کے مقابلہ میں عورتوں کا بیماریوں سے جاں بحق ہونے کا امکان زیادہ ہوتا ہے خصوصاً یورپ میں۔

☆ عورتوں میں چھاتی کا کینسر اور مردوں میں پھیپھڑوں کا کینسر عالمی سطح پر کینسر کے کیسوں میں سرفہرست ہیں۔

☆ ثانوی صحارا افریقی ممالک، شمالی افریقہ اور مشرقِ وسطیٰ میں ایچ آئی وی پازیٹو کے حامل بالغوں میں خواتین کی اکثریت ہے۔

☆ 2005 میں 5 لاکھ سے زیادہ زچہ کی اموات کی بڑا حصہ ترقی پذیر ممالک میں ہوا۔

☆ بہت سے خطوں میں بچے پیدائش سے قبل نگہداشت حاصل کرنے والی عورتوں کے تناسب میں اضافہ ہو رہا ہے۔

☆ کمی لانے کے لئے پُرزور کاوشوں کے باوجود افریقہ بچوں کی بلند تر شرح اموات کا حامل خطہ رہا۔

☆ کم وزن لڑکیوں اور لڑکوں کے حوالہ سے اعداد و شمار کسی نمایاں تفاوت کو ظاہر نہیں کرتے۔

تعلیم

کلیدی تحقیقی نشاندہی

☆ دنیا بھر میں 774 بالغ ناخواندہ افراد کا دو تہائی عورتیں ہیں۔ گذشتہ 20 برسوں سے اور مختلف خطوں میں یہی تناسب چلا آ رہا ہے۔

☆ عالمی سطح پر نوجوانوں کی شرح خواندگی میں 89 فیصد اضافہ ہوا ہے جبکہ صنفی تفاوت میں 5 فیصد کی کمی آئی ہے۔

☆ بیشتر ممالک میں لڑکیوں اور لڑکوں کے پرائمری داخلوں میں فرق ختم ہو گیا ہے تاہم بعض کے لئے صنفی برابری ہدف تا حال بہت دور کی بات ہے۔

☆ پرائمری سکول کی عمر کے 72 ملین بچے سکول حاضر نہیں ہو رہے جن میں سے 39 ملین (54 فیصد) لڑکیاں ہیں۔

☆ جہاں ثانوی تعلیم کے سکولوں کے داخلے بہتری ظاہر کرتے ہیں وہاں پرائمری تعلیم کے مقابلہ میں بہت کم ممالک صنفی برابری کے قریب ہیں۔

☆ یونیورسٹی کی سطح پر داخلوں میں عالمی طور پر مردوں کا غلبہ معکوس ہو گیا اور صنفی تفاوت عورتوں کے حق میں ہے ماسوائے زیرین صحارا افریقی اور جنوبی و مغربی ایشیاء کے۔

☆ یونیورسٹی کی سطح پر تعلیم کے شعبہ میں عورتیں سائنس اور انجینئرنگ کے میدانوں میں نمایاں طور پر کم نمائندگی کی حامل ہیں تاہم تعلیم، صحت اور بہبود، سماجی علوم اور بشری علوم اور آرٹ فنون میں وہ غالب تعداد رکھتی ہیں۔

☆ عالمی طور پر عورتیں تمام سائنسی تحقیقات میں ایک چوتھائی سے قدرے زیادہ تعداد کی حامل ہیں جو گذشتہ عشرے کے مقابلے میں اضافہ مگر تا حال برابری سے کہیں کم ہے۔

☆ گذشتہ عشرے میں انٹرنیٹ کا استعمال اور اس پر دسترس میں غیر معمولی اضافہ ہوا جو صنفی ڈیجیٹل فاصلہ کمتر کرنے کا باعث بنا تاہم عورتوں کو اکثر ممالک میں وہ ترقی یافتہ ہیں یا ترقی پذیر اب بھی مردوں کی سطح سے کم دسترس حاصل ہے۔

کام

بنیادی تحقیقی نشاندہی

☆ عالمی طور پر 1990 سے 2010 تک لیبر مارکیٹ میں عورتوں کی شمولیت ایک سطح پر قائم رہی ہے جبکہ اسی عرصہ میں کمتر ہوئی ہے، افرادی قوت کی شرکت کا صنفی تفاوت ہر عمر ماسوائے بلوغت کی ابتدائی برسوں کے قابلِ ذکر رہا۔

☆ خدمات کے شعبہ میں خواتین غالب اور بڑھتی ہوئی تعداد میں ملازمتیں حاصل کر رہی ہیں۔

☆ افریقہ اور ایشیاء میں کئی ممالک میں عورتوں کا زد پذیر کاروبار، ذاتی کھاتہ کام اور خاندان کے کام میں حصہ ڈالنا عام ہے۔

☆ کم ترقی یافتہ خطوں میں غیر رسمی شعبہ مردوں اور عورتوں دونوں مگر عورتوں کے لئے زیادہ روزگار کا اہم ذریعہ ہے۔

☆ پیشہ ورانہ صنفی تقسیم اور صنفی بنیاد پر اُجرت میں تفاوت تمام خطوں میں جاری و ساری ہے۔

☆ عورتوں کیلئے جز وقتی ملازمت زیادہ ترقی یافتہ اور بعض کم ترقی یافتہ خطوں میں عام ہے اور مرد اور خواتین دونوں کیلئے یہ ہر جگہ بڑھ رہی ہے۔

☆ عورتیں گھریلو کاموں میں مردوں کے مقابلہ میں کم از کم دُگنا وقت صرف کرتی ہیں اور اگر ادائیگی اور عدم ادائیگی کے حامل تمام کاموں کو زیرِ غور لایا جائے تو خواتین کے اوقاتِ کار مردوں کے مقابلہ میں زیادہ طویل ہوتے ہیں۔

☆ دنیا کے نصف ممالک زچگی کی چھٹیوں کے کم از کم دورانیہ کے نئے بین الاقوامی معیار پر پورا اُترتے ہیں اور 5 میں سے دو نقد ادائیگی کے کم از کم معیار پر پورا اُترتے ہیں تاہم قانون اور عمل میں تفاوت موجود ہے اور عورتوں کے کئی گروپوں کو قانون سازانہ تحفظ حاصل نہیں ہے۔

اختیار اور فیصلہ سازی

کلیدی تحقیقی نشاندہی

☆ سربراہِ مملکت یا سربراہِ حکومت ہونا عورتوں کے لئے جھانسا ہو رہا ہے اور اس وقت دنیا میں صرف 14 عورتیں ان دو میں سے کسی ایک عہدہ پر فائز ہیں۔

☆ دنیا کے صرف 23 ممالک میں عورتیں اپنی قومی پارلیمنٹ کے ایوانِ زیریں یا واحد ایوان میں 30 فیصد کا اہم تناسب رکھتی ہیں۔

(بقیہ اگلے صفحے پر)

2010 میں عالمی سطح پر خواتین: رجحانات اور اعداد و شمار

☆ اوسطاً دنیا بھر میں کابینہ کے ہر چھ وزراء میں سے ایک عورت ہے۔

☆ مقامی حکومت کی سطحوں پر فیصلہ سازی کی حیثیتوں پر عورتیں انتہائی عدم نمائندگی سے دوچار ہیں۔

☆ نجی شعبہ میں عورتیں اعلیٰ فیصلہ ساز حیثیتوں پر بدستور شدید عدم نمائندگی سے دوچار ہیں۔

☆ دنیا میں 500 سب سے بڑی کارپوریشنوں میں سے صرف 13 کی چیف ایگزیکٹو آفیسر ایک عورت ہے۔

عورتوں کے خلاف تشدد

کلیدی تحقیقی نشاندہی

☆ عورتوں کے خلاف تشدد ایک عالمی امر ہے۔

☆ عورتوں پر تشدد کی مختلف صورتوں جن میں جسمانی، جنسی، نفسیاتی اور معاشی کا شکار ہیں وہ گھر کے اندر اور گھر سے باہر دونوں جگہ موجود ہیں۔

☆ عورتوں کے اپنی زندگی میں کم از کم ایک بار جسمانی تشدد سے دوچار ہونے کی شرح متفرق ہے جو کہ 59 فیصد تک ہے اور اس کا انحصار اس پر ہے کہ وہ کہاں رہ رہی ہیں۔

☆ عورتوں کے خلاف تشدد کے حالیہ شماریاتی پیمانے معلومات کا محدود ذریعہ مہیا کرتے ہیں اور شماریاتی تشریحات اور درجہ بندیوں کے لئے بین الاقوامی سطح پر مزید کام اور ان میں ہم آہنگی لانے کی ضرورت ہے۔

☆ عورتوں کے عضلات نازک کی جراحی جو عورتوں کے خلاف تشدد کی سب سے زیادہ نقصان دہ اجتماعی عمل ہے میں قدرے کمی آئی ہے۔

☆ دنیا کے بہت سے خطوں میں دیرینہ رائج رسومات عورتوں پر زیادتی چپ کر کے سہنے کے حوالہ سے قابل ذکر دباؤ کی حامل ہیں۔

ماحولیات

کلیدی تحقیقی نشاندہی

☆ دیہی گھرانوں کی نصف سے زیادہ تعداد اور زیرین صحارا افریقہ کے شہری گھرانوں کی ایک چوتھائی تعداد پینے کے صاف پانی تک آسان دسترس حاصل نہیں اور پانی ڈھونے کا زیادہ تر بوجھ عورتوں کو اُٹھانا پڑتا ہے۔

☆ زیرین صحارا افریقہ اور جنوبی اور جنوب مشرقی ایشیاء میں گھرانے کھلی آگ پر پکانے کیلئے ٹھوس ایندھن یا چمنی وغیرہ کے بغیر چولہوں کا استعمال کرتے ہیں جس سے عورتوں کی صحت متاثر ہوتی ہے۔

☆ مردوں کے مقابلہ میں بہت کم عورتیں ماحول سے متعلق اعلیٰ سطح کی فیصلہ سازی میں حصہ لیتی ہیں۔

غربت

کلیدی تحقیقی نشاندہی

☆ کم عمر بچوں اور اکیلی عورت پر مشتمل گھرانہ کے کم عمر بچوں اور اکیلے باپ پر مشتمل گھرانہ کے مقابلہ میں غریب ہونے کا امکان زیادہ ہے۔

☆ زیادہ ترقی یافتہ یا کم ترقی یافتہ خطوں دونوں میں ایک فرد پر مشتمل گھرانوں میں عورتوں، مردوں کے مقابلہ میں غریب ہونے کا امکان زیادہ ہے۔

☆ زیادہ ترقی یافتہ خطوں میں معمر غریبوں میں عورتیں کہیں زیادہ ہے۔

☆ موجودہ آئینی اور رواجی قوانین افریقہ میں زیادہ تر اور ایشیاء میں تقریباً نصف ممالک میں عورتوں کی زمین اور دوسری جائیداد تک دسترس کو محدود کرتے ہیں۔

☆ کم ترقی یافتہ خطوں میں مردوں کے مقابلے میں کہیں کم عورتوں کے پاس نقد آمدنی ہوتی ہے اور شادی شدہ عورتوں کے ایک قابل ذکر حصے کو اس حوالے سے کسی قسم کا کوئی اختیار نہیں ہوتا کہ ان کی آمدنی وہ اپنی مرضی اور فیصلے کے مطابق خرچ کریں۔

☆ کم ترقی یافتہ خطوں میں خصوصاً افریقی ممالک اور غریب گھرانوں میں عورتوں کو خرچ کرنے سے متعلق گھرانے کی اندرونی فیصلہ سازی میں پوری طرح شرکت کی حامل نہیں ہوتیں۔

خواتین اراکین صوبائی اسمبلیوں نے سیاسی جماعتوں سے عام نشتوں پر 10 فیصد پارٹی کوٹہ کا مطالبہ کر دیا

اسلام آباد میں پریس کانفرنس کے دوران محترمہ شہلا رضا ڈپٹی سپیکر صوبائی اسمبلی سندھ اور صوبائی اسمبلیوں کی خواتین اراکین (پہلی قطار میں) اسلام آباد میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے۔

اسلام آباد: خواتین اراکین صوبائی اسمبلیاں بشمول پنجاب، سندھ بلوچستان اور خیبر پختونخواہ نے عام نشستوں پر انتخاب کے لئے لازمی 10 فیصد پارٹی ٹکٹ کا مطالبہ کیا۔

یہ مطالبہ انہوں نے اپنی پریس کانفرنس کے دوران کیا جو قومی مشاورت کے بعد کی گئی جسکا انعقاد عورت فاؤنڈیشن کے لیجسلیٹو واچ پروگرام فار ویمن امپاورمنٹ نے 27-28 نومبر، 2011 کو کیا۔

پریس کانفرنس کے دوران انہوں نے ایک اعلامیہ پیش کیا جسے ایک مکمل بحث کے بعد انہوں نے اور سول سوسائٹی کے ممبران نے اتفاق رائے سے منظور کر لیا۔

اعلامیہ منظور کرنے والوں میں محترمہ شہلا ضیاء، ڈپٹی سپیکر سندھ اسمبلی، ڈاکٹر رقیہ ہاشمی وزیر برائے بین الصوبائی رابطے، بلوچستان، محترمہ غزالہ گولہ، وزیر برائے ترقی خواتین، بلوچستان، محترمہ ہیر سوہو، ممبر صوبائی اسمبلی متحدہ قومی موومنٹ سندھ، محترمہ حمیرا الوانی، ممبر صوبائی اسمبلی پاکستان پیپلز پارٹی پارلیمنٹیرینز سندھ، محترمہ نصرت شیر عباسی، ممبر صوبائی اسمبلی پاکستان مسلم لیگ ق قائد، سندھ، محترمہ شمیلا اسلم ممبر صوبائی اسمبلی پاکستان مسلم لیگ نواز، پنجاب، محترمہ شازیہ تہماس، ممبر صوبائی اسمبلی، پاکستان پیپلز پارٹی پارلیمنٹیرینز، خیبر پختونخوا، محترمہ نرگس ثمین، ممبر صوبائی اسمبلی پاکستان پیپلز پارٹی شیر پاؤ، خیبر پختونخواہ اور محترمہ نور السحر ممبر صوبائی اسمبلی پاکستان پیپلز پارٹی پارلیمنٹیرینز، خیبر پختونخواہ شامل ہیں۔

اعلامیے کے مطابق

'ہم، خواتین پارلیمنٹرین جن کا تعلق بلوچستان، سندھ، پنجاب اور خیبر پختونخواہ کی صوبائی اسمبلیوں سے ہے' اور سول سوسائٹی تنظیموں کے اراکین اس بات کا اعادہ کرتے ہیں کہ ہم قومی اسمبلی، سینٹ اور صوبائی اسمبلیوں میں خواتین کیلئے مختص سیٹوں کی آئینی سہولت کا تحفظ کریں گے۔

ہم خواتین اراکین اسمبلی مطالبہ کرتے ہیں کہ سیاسی جماعتیں جماعتوں کے قانون' میں ترمیم کرنے کیلئے اتفاق رائے پیدا کریں۔ جس کے تحت عورتوں کو مخصوص نشتوں کے علاوہ عام سیٹوں میں سے بھی 10 فی صد سیٹیں مختص کی جائیں۔

ہم یقین رکھتے ہیں کہ آئین پاکستان کے آرٹیکل 25، 34، 51 اور 106 کے تحت عورتوں کیلئے مخصوص نشستوں کی فراہمی ان کا آئینی حق ہے مثلاً آرٹیکل 25(3) کہتا ہے کہ: 'اس آرٹیکل میں ایسی کوئی بات نہیں جو کہ ریاست کو عورتوں اور بچوں کے تحفظ کے لئے خصوصی مراعات / سہولیات دینے سے روکے'۔

ہم یقین رکھتے ہیں کہ خواتین پارلیمنٹیرین کا اسمبلیوں میں بھرپور کردار ادا کرنا پارلیمنٹ کے اندر اور باہر لوگوں کے درمیان عورتوں کی خود مختاری جیسے موضوعات پر بحث مباحثہ کرنے میں مددگار ہوتا ہے اور جسکے نتیجے میں خواتین پارلیمنٹرین عورتوں سمیت تمام شہریوں سے متعلق اہم معاملات پر قانون سازی میں اہم کردار ادا کر رہی ہیں۔

ہمیں اس بات کو ضرور تسلیم کرنا چاہیئے تمام اہم قانون سازی (قوانین، عزت کے نام پر قتل کے خلاف بل، تحفظ خواتین ایکٹ، جائے ملازمت پر عورتوں کو حراساں کرنے سے تحفظ کا بل، گھریلو تشدد کا بل، تیزاب پر کنٹرول اور تیزاب جرائم کی روک تھام کا بل اور حال ہی میں منظور ہونیوالا خواتین دشمن رواجات کا بل جو کہ پچھلے نو سالوں سے پارلیمنٹ میں لائی جاتی رہی تھی، یہ سب کچھ تمام سیاسی جماعتوں کی عورت اراکین پارلیمنٹ کی مسلسل اقدامات اور جہد کے بغیر ممکن نہیں تھا۔

ہم 29 ستمبر 2011 کو وومن پارلیمنٹری کاکس کی طرف سے منعقد کی گئی گول میز کانفرنس کے موقع پر کیئے گئے اس عزم کا اعادہ کرتے ہیں کہ 'ہم قانون ساز اداروں میں عورتوں کی شمولیت کے مواقعوں کو بڑھانے کیئے لئے اپنی متعلقہ سیاسی جماعتوں اور منتخب نمائندگان کو قائل کریں گے اور اس بات کا بھی جائزہ لیں گے کہ عام نشتوں کے انتخاب کا نظام کس طرح مزید جمہوری اور مزید شفاف بنایا جا سکتا ہے اور کس طرح تمام سیاسی فورم پر اور فیصلہ سازی کے دوران عورتوں کی نمائندگی کو بڑھایا جا سکتا ہے۔

سینیٹروں سے خواتین دشمن رواجات کا امتناع (فوجداری قانون ترمیم) بل کی منظوری کا مطالبہ کیا گیا

کوئٹہ: عورت فاؤنڈیشن کوئٹہ آفس کی ٹیم نے خواتین دشمن رواجات کا امتناع (فوجداری قانون ترمیم) بل 2011 کی منظوری کی خوشی میں ایک صوبائی سطح کی مشاورت کا اہتمام کیا اورخواتین پارلیمینٹیرینز، سیاستدانوں، اور سول سوسائٹی کے ذریعے سینیٹرز سے بات چیت کرنے کی حکمت عملی طے کی۔ اس تقریب کے شرکاء میں بلوچستان اسمبلی کے اراکین، سول سوسائٹی کی تنظیموں کے نمائندوں، وکلاء، سیاسی، اور سماجی کارکن اور صحافی شامل تھے۔

جسٹس ریٹائرڈ وشوا ناتھ کوہلی ممبر قومی کمیشن برائے وقارِ نسواں (این سی ایس ڈبلیو) نے بل کے اہم نقاط پیش کئے اور کچھ اہم ترامیم کی تجاویز بھی دیں۔ مس حسن بانو ایم پی اے (جمعیت علمائے اسلام) مشیر وزیر اعلیٰ اور مس زرینہ زہری پی ایم اے

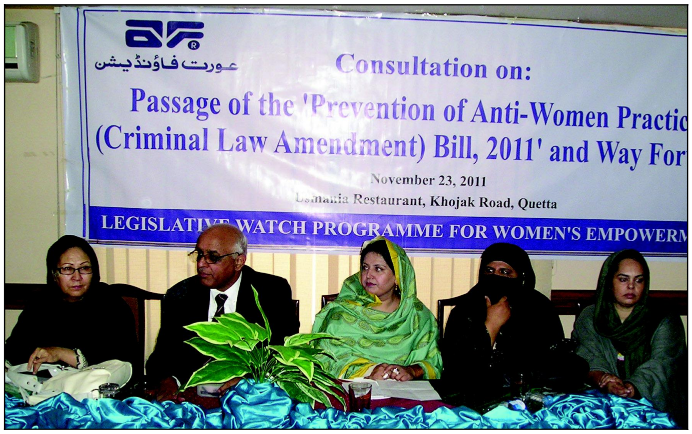

دائیں سے بائیں محترمہ رخشندہ احمد علی، جسٹس ریٹائرڈ وشوا ناتھ کوہلی، محترمہ زرینہ بلوچ، حسن بانو اور محترمہ ثمینہ ہارون کوئٹہ میں۔

(پاکستان پیپلز پارٹی پارلیمنٹرینز) مشیر وزیر اعلیٰ نے عورت فاؤنڈیشن کی کوششوں کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ اس تنظیم نے ہمیشہ اس طرح کی مشاورت کرنے میں پہل دکھائی ہے۔

انہوں نے کہا کہ وہ بلوچستان کے سینیٹروں کے ساتھ اس ایکٹ کی سینٹ سے منظوری کے لئے بات چیت کریں گے۔ قومی کمیشن برائے وقارِ نسواں کی مس رخشندہ احمد علی نے بھی اس موقع پر اس ایکٹ پر بات چیت کی۔ عورت فاؤنڈیشن کے ریزیڈنٹ ڈائریکٹر ہارون داؤد اور علاقائی کوارڈینیٹر عامر علی نے قومی اسمبلی سے اس بل کی منظوری کے عمل اور پاکستان میں عورتوں کی تحریک پر تفصیلی بات چیت کی۔ اس مشاورت کے موقع پر موجود خواتین پارلیمینٹیرینز نے اپنی اپنی سیاسی جماعت کے سینیٹرز سے اس بل کی منظوری کے لئے لابی کی یقین دہانی کرائی۔

لاہور: محترمہ نگار احمد ایگزیکٹو ڈائریکٹر آف عورت فاؤنڈیشن کے ساتھ جوائنٹ ایکشن کمیٹی کے ممبران نیٹو فورسز کی طرف سے پاکستانی فوج پر حملہ کے خلاف موم بتیاں جلا کر ایک ریلی میں شریک ہیں جو کہ بروز بدھ 29 نومبر 2011 کو منعقد ہوئی۔

انسانی حقوق اتحاد کے ممبران نیٹو جارحیت کے خلاف اسلام آباد میں نعرے لگاتے ہوئے۔

اسلام آباد: انسانی حقوق اتحاد اور انسانی حقوق کے کارکنوں نے بدھ 29 نومبر 2011 کو نیٹو فورسز کی طرف سے مہمند ایجنسی میں واقع ایک پاکستانی پوسٹ پر حملہ کے دوران بیس پاکستانی جوانوں کی شہادت کے خلاف موم بتیاں جلا کر ایک مظاہرے کا اہتمام کیا۔ انسانی حقوق اتحاد کے ممبران نے اسے ایک جارحیت پر مبنی اقدام قرار دیا اور اسے عالمی انسانی حقوق کے معیارات کی خلاف ورزی قرار دیا جو کہ نہ تو امن اور نہ ہی سفارتی تعلقات کیلئے بہتر تھا۔ انہوں نے اس اقدام کی بھرپور مذمت کی اور شرپسندوں کی طرف سے تشدد کے نتیجے میں تیس ہزار سے زائد معصوم پاکستانیوں کی جانوں کے ضیاع اور سکولوں اور بازاروں میں جاری حملوں پر پرافسوس کا اظہار کیا۔

صنفی مساوات پروگرام سکوپنگ سٹڈیز کا اجراء

صنفی مساوات پروگرام (جی ای پی) نے اپلائیڈ اکنامکس ریسرچ سنٹر (اے ای آر سی) یونیورسٹی آف کراچی میں 22 نومبر 2011 کو سکوپنگ سٹڈیز کے اجراء کے سلسلے میں ایک تقریب کا انعقاد کیا۔ سکوپنگ ڈیسک سٹڈیز اور تین اہم تحقیقی مواد میں (1) صنفی بنیاد پر تشدد کے حوالے سے پرائمری ریسرچ سٹڈیز (2) صنفی مساوات پروگرام کے لئے قومی سطح کی بیس لائن سٹڈیز اور (3) پالیسی ریسرچ سٹڈیز شامل ہیں۔

محترمہ توقیر فاطمہ بھٹو صوبائی وزیر برائے وومن ڈویلپمنٹ سندھ سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے۔

اس تقریب کے آغاز کے موقع پر صنفی مساوات پروگرام کی دستاویزی فلم 'میں سفر میں ہوں' دکھائی گئی۔ مس مہناز رحمان ریزیڈینٹ ڈائریکٹر عورت فاؤنڈیشن کراچی آفس نے ابتدائی کلمات پیش کئے۔ منیزہ سعید خان سینئر پروگرام آفیسر (ایم اینڈ ای) عورت فاؤنڈیشن بھی اس تقریب میں معاون تھیں انہوں صنفی مساوات پروگرام کے تحت سکوپنگ سٹڈیز کے نتائج پیش کئے اور مستقبل کی ریسرچ پر گفتگو کی۔

ڈاکٹر نزہت احمد ڈائریکٹر اپلائیڈ اکنامکس ریسرچ سنٹر (اے ای آر سی) کراچی اس تقریب کی نمایاں سپیکر تھیں اور مس بشریٰ جعفر ڈپٹی چیف آف پارٹی جی ای پی ایشیاء فاؤنڈیشن بھی اس موقع پر تقریب میں موجود تھیں۔

امن میں عورتوں کے کردار پر مردوں کو بریفنگ دی گئی

سوات: عورت فاؤنڈیشن پشاور آفس کے ویمن پیس پروگرام کی ٹیم نے عوامی آگہی کے لئے چائلڈ پروٹیکشن سنٹر (سی پی سی) اَشرے تحصیل مٹہ سوات میں 25 نومبر 2011 کو ایک میٹنگ کا اہتمام کیا۔

اس میٹنگ کا انعقاد مقامی مردوں کے لئے کیا گیا تھا۔ اس موقع پر شرکاء میں مختلف طبقہ ہائے فکر کے لوگ بشمول معززین علاقہ، مذہبی علماء، چائلڈ پروٹیکشن پراجیکٹ کے اراکین اور دوسرے دیہاتوں کی کیمونٹی کے افراد شامل تھے۔

ثار عالم سوات میں امن میں عورتوں کے کردار پر سیمینار کے شرکاء کو بریفنگ دیتے ہوئے

اس میٹنگ کا موضوع امن اور سیکورٹی اور امن کے عمل میں عورتوں کی شرکت تھا۔ مس ضیاء الدین یوسفزئی نے اس علاقہ میں امن اور سیکورٹی کی صورتحال پر بات چیت کی اور شرکاء سے یونائیٹڈ نیشنز سیکورٹی کونسل قرار داد۔ یو این ایس سی آر 1325 پر بھی گفتگو کی اور امن کے قیام کے عمل میں عورتوں کے کردار کو نمایاں کیا۔ ثار عالم کوآرڈینیٹر چائلڈ پروٹیکشن پروجیکٹ (سی پی پی) نے بھی اس موقع پر خطاب کیا۔